UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2722018

شرعی تناظر میں خواتین کے حقوق اور عصری معاشرتی مسائل کا تحقیقی جائزہ

An Academic Study of Women's Rights in the Light of the Shari'āh and Social Modern Issues

DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2722018

ڈاکٹر بادشاہ رحمٰن *
سید مقصودالرحمٰن **

Abstract:
Men and women equaly play a key role in the society by esuring the continuety of human race on earth. The purpose of their creation as Allāh (SWT) explains in the holy Qur'ān is to gratify each other and they are meant to be garments for each other. Symbolysing mutual support, mutual comfort and mutual protection. In the past women were treated unfairly by degrading them to slavery and treating them as animals. After the rise of Islām women were guaranteed equal rights in all social matters. Islām awarded women all the economic, social, political rights. The holy Prophet (SAW) also had a great respect for women and immensely considerate towards them as women were declared as half part of the men as far as human rights were concerned. Despite these clear Islamic teachings, women are denied inheritance, choice of marriege, property ownership and confined to the boundary walls of the house in many Islāmic societies. This research paper probes into the rights of women as practised in the Muslim society by presenting a clear view of the islāmic teachings about their rights as the need for provision and acceptance of their due rights and deterance of rigidity and voilance against them increases day by day.

Keywords: *Rights, Species, gratify, inheritance, Holy Qur'ān*

تعارفِ موضوع:

مرد و عورت کی مثال گاڑی کے دو پہیوں جیسی ہے جس میں دونوں کا متوازن ہونا ضروری ہے کیونکہ دونوں کا وجود نسل انسانی کی بقاء کا ذریعہ ہے، ارشاد باری ہے:

---

* اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز یونیورسٹی آف ملاکنڈ، چکدرہ لوئر دیر، پاکستان
** لیکچرر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز یونیورسٹی آف ملاکنڈ، چکدرہ لوئر دیر، پاکستان

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochirs-v1i2722018

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى"[1]

(ترجمہ): اے لوگو! بے شک ہم نے تم سب کو مرد اور عورت سے پیدا کیا۔

اوردونوں کواللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے لیے باعث تسکین بناکرایک دوسرے کا لباس قراردیا۔ارشادہے۔"هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُن"[2]۔یعنی وہ(بیویاں)تمہارے لیے لباس ہیں اور تم لباس ہوان کے لیے)۔اسی طرح ایک اور جگہ ارشادہے:

" وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ"[3]

(ترجمہ): اوران کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرواوراس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی پیداکی۔

تاریخ گواہ ہے کہ گزشتہ زمانے میں عورت کے ساتھ مختلف معاشروں میں جو سلوک روارکھاگیا، وہ افسوسناک حدتک ظالمانہ تھا۔عورت کومویشیوں کی طرح سمجھاجاتااوران کوفروخت کیاجاتا۔ان کوبنیادی حقوق سے بھی محروم رکھاجاتاتھااورجائیدادمیں وراثت دینے کاتصور قطعی طورپرنہیں تھا۔مرورزمانہ کے ساتھ ساتھ لوگوں میں فطری طورپرشعوراجاگرہونے لگااورپیغمبراسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعدعورت کووہ حقوق دیے گئے جس کادیگرتہذیبوں میں تصور بھی ممکن نہیں تھا۔خطبۃ الوداع کے موقع پرنبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نےواضح الفاظ میں خصوصی طورپریہ بات بتائی کہ تمہاری بیویوں کے تم پر حقوق ہیں اوران کے ساتھ نرمی کابرتاوکرو۔اسی طرح شریعت میں خاتون کوماں،بیوی،بہن اوربیٹی وغیرہ کے لحاظ سے وراثت میں خصوصی حصص کاحق دارٹھہرادیا۔یہی نہیں بلکہ والدکے حقوق سے زیادہ ماں کے حقوق کومتعین کیا۔

"عن أبي هريرة قال: قالوا: يارسول الله! من أبر ؟ قال: أمك قالوا ثم من؟ قال: أمك قالوا: ثم من ؟ قال: أباك[4]"

(ترجمہ): ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (صحابہ) نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایاکہ کون میری نیکی کا(زیادہ حق دارہے)؟نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ آپ کی ماں،پھرکہاں کہ اس کے بعد(کون حق دارہے)فرمایاآپ کی ماں(زیادہ حق دارہے)،پوچھاکہ پھرکون زیادہ حق دارہے توآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ کے والد۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2722018

ابوداود میں روایت ہے:مَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَال۔[5] شقائق شق کی جمع ہے۔ کسی چیز کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا جائے تو اس کے ہر حصے کو شق کا نام دیا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد اور عورت انسانیت کے دو برابر حصے ہیں اور ان کے بنیادی حقوق میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔

شق الشيء جزءه ونصفه[6](یعنی شق کسی چیز کے جزء یا آدھے حصے کو کہتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عملی طور پر خواتین کا بہت احترام کیا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے رائے بھی معلوم کرتے تھے ۔جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتداء میں وحی کے نزول کے سبب دباؤ اور بے چینی چھائی ہوئی تھی تو سب سے پہلے آپ اپنے شریک حیات کے پاس تشریف لا کر ان سے اس بات پر بحث کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی وحی کے سبب گھبرا کر گھر آئے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہنے لگے "زملونی زملونی" حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو بہت تسلی دی اور ہمیشہ احسن طریقے سے ساتھ نبھایا[7]۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خواتین کو بہت عزت دیتے تھے ایک جگہ ارشاد فرمایا:

"عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم رَأَى نِسَاءً وَصِبْيَةً مُقْبِلِينَ مِنْ عُرْسٍ ، فَقَالَ : أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ۔[8]۔

(ترجمہ): انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ولیمے سے واپس آنے والی کچھ خواتین اور بچیوں کو دیکھا تو فرمایا کہ تم (خواتین) تمام لوگوں میں مجھے پسندیدہ ہو۔

اسلام نے عورتوں کو نہ صرف میراث میں حصہ دیا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کو معاشی اور معاشرتی حقوق بھی دیے۔

عن أسماء بنت أبي بكر رضي الله عنهما قالت وكنت أنقل النوى من أرض الزبير۔[9]

(ترجمہ): اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں زبیر کے زمین سے لکڑیاں لے جانے کا کام کرتی تھی"۔

الغرض شریعت نے عورتوں کے لیے ہر قسم کے حقوق و مراعات کا لحاظ رکھا ہے تاکہ معاشرے میں جس طرح مرد کی حیثیت ہو، اسی طرح خواتین بھی کسی سے پیچھے نہ رہے۔ یہ تو ایک مثالی اسلامی معاشرے کی تعلیمات کا بیان ہوا، لیکن بد قسمتی سے کہنا پڑ رہا ہے کہ دور جدید کے اکثر معاشروں پر خواتین کو وہ حقوق نہیں ملتے، جن کے وہ مستحق ہیں اور مختلف طریقوں سے ان کے حقوق کو دبانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ خواتین کے متعلق اسلامی

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2722018

معاشرے میں مختلف قسم کے اندازاور رویے اپنائے جارہے ہیں۔ کہیں ان کو سارے حقوق میسر ہیں تو کہیں اپنے حقیقی باپ کے جائیداد سے دانستہ طور پر محروم رکھا گیا ہے۔ اور مزید ستم یہ کہ مسلمانوں کے ہاں رفتہ رفتہ ایسے رویوں کو درست سمجھا جانے لگا ہے جو کہ اصلاح کا مقتضی ہے۔ ذیل کے سطور میں خواتین کے ساتھ عمومی طور پر ہونے والی غیر انسانی سلوک کا شرعی تعلیمات کی روشنی میں ایک جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

وراثت سے شرعی اصولوں کے برعکس محرومی:

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں وراثت سے متعلق تفصیلی آیات نازل کئے ہیں۔ ان آیات میں مختلف قسم کے ذوی الفروض کے لیے مورث کی جائیداد میں حصص مقرر ہیں۔ ان میں ماں، باپ، بیٹی، بیٹا، دادا، دادی، بیوی، مختلف واسطوں کے بھائی بہن اور حقیقی بہن بھائیوں کے لیے متعین حصے مقرر کیے جاچکے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا۔يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا"۔[10]

(ترجمہ): مردوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے، تھوڑا ہو یا بہت، حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔۔۔ حکم کرتا ہے تم کو اللہ تمہاری اولاد کے حق میں کہ ایک مرد کا حصہ برابر ہے دو عورتوں کے۔ پھر اگر صرف عورتیں ہی ہوں، دو سے زیادہ تو ان کے لیے ہے دو تہائی اس مال سے جو چھوڑ مرا۔ اور اگر ایک ہی ہو تو اس کے لیے آدھا ہے۔ اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کے لیے دونوں سے چھٹا حصہ ہے، اس مال سے جو کہ چھوڑ مرا اگر میت کی اولاد ہے۔ اور اگر اس کی اولاد نہیں اور وارث ہیں اس کے ماں باپ تو اس کی ماں کا تہائی حصہ ہے۔ پھر اگر میت کے کئی بھائی ہیں تو اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے بعد وصیت کے جو کر مرا یا بعد ادائے قرض کے۔ تمہارے باپ اور بیٹے تم کو معلوم نہیں کون نفع پہنچائے تم کو زیادہ، حصہ مقرر کیا ہوا اللہ کا ہے۔ بے شک اللہ خبردار ہے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2722018

حکمت والا۔

علامہ شبیر احمد فرماتے ہیں:

> "حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے پہلے یہ رسم تھی کہ بیٹیوں کو چھوٹی ہوں یا بڑی، میراث نہیں دیتے تھے اور بیٹے جو نابالغ ہوتے تھے ان کو بھی میراث نہیں ملتی تھی، صرف مردوں کو جو بڑے اور دشمنوں سے مقاتلہ کے کام کے ہوتے تھے وہ وارث سمجھے جاتے تھے جس کی وجہ سے یتیم بچوں کو میراث سے کچھ بھی نہ ملتا تھا، ان کے بارے میں یہ آیت اتری جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ماں باپ اور دیگر قرابت والوں کے مال متروکہ میں سے مردوں یعنی بیٹوں کو خواہ وہ بچے ہوں یا جوان، ان کو حصہ ملے گا اور عورتوں یعنی بیٹیوں کو بھی بالغ ہوں یا نابالغ ماں باپ وغیرہ اقارب کے ترکہ میں سے ان کا حصہ دیا جائے گا۔"[11]

قرآن میں خواتین کے حصوں کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس میں کوئی ابہام نہیں رکھا گیا، نیز احادیث میں بھی آیات میراث کی تفسیر کے تحت مزید وضاحت موجود ہے، لیکن خواتین خواہ کسی بھی شکل میں ہوں، ان کو شریعت کے مقرر کردہ حصوں سے یا تو کلی طور پر محروم کیا جاتا ہے اور یا پھر کچھ معمولی سی چیز پر ٹرخایا جاتا ہے۔ خواتین بھی رشتہ داری اور قطع تعلق کے ڈر سے بھائیوں سے اپنے حصے کا مطالبہ بھی نہیں کرتیں کیونکہ وہ بیچاریاں مختلف قسم کی معاشرتی بندھن اور روایات سے مجبور ہوتی ہیں۔ وہ خاموشی کے ساتھ اپنوں اور بیگانوں کے ظلم سہ کر چپ رہتی ہیں جبکہ اپنے جائز حقوق سے بھی ہاتھ دھو لیتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ خواتین میں اپنے جائز حقوق کے حصول کا شعور اجاگر کیا جائے۔ سماجی حلقوں میں بھی عوام کو اس بات پر قائل کر لینا چاہئے کہ جس طرح مرد مالی حقوق کے لیے اہل ہیں اسی طرح خواتین بھی اہلیت رکھتی ہیں اور ان کے حقوق ان تک پہنچانا ہمارے فرائض میں شامل ہیں۔

بیوی کی ملکیت میں خط امتیاز نہ کھینچنا:

ہمارے معاشرتی مسائل میں سے ایک یہ بھی اہم مسئلہ ہے کہ عورت کی ملکیت کو تسلیم نہیں کیا جاتا، بلکہ اس کے تمام اشیاء کے تصرف کا اختیار یا تو شوہر اپنے پاس رکھتا ہے یا پھر کوئی اور رشتہ دار۔ حالانکہ قرآن وحدیث میں ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں، جن میں خواتین کی ملکیت کے واضح ثبوت موجود ہیں۔ ارشاد ہے:

" وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ[12]۔

(ترجمہ):(اور تم (عورتیں) نماز قائم کرو اور تم (عورتیں) زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2722018

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کیا کرو)

اس آیت میں واضح طور پر نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی حکم دیا گیا ہے اور زکوٰۃ ان لوگوں پر واجب ہوتی ہے جن کی ملکیت میں بقدر نصاب مال ہو، لہٰذا معلوم ہوا کہ خواتین بھی حق ملکیت رکھتی ہیں، لہٰذا ان کو اس سے محروم رکھنا خلاف شریعت ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہے:

"وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ" [13]

(ترجمہ): اور اللہ سے ڈرنے والے مرد اور عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی خواتین، اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں۔

یہاں بھی عورتوں کی ایک اچھی صفت "صدقہ دینے والیاں" بیان ہوئی ہے۔ علامہ سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں:

"صدقہ وہ عطیہ ہے جو بلا معاوضہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے دیا جائے۔ کچھ صدقات واجب ہیں اور کچھ نفل۔۔۔ صدقات واجبہ یہ ہیں: روزہ توڑنے، قتل، قسم اور ظہار کے کفارات۔۔۔ زکوٰۃ اور صدقات نیز واجب حقوق و واجبات کے علاوہ جو کچھ خرچ کرے، صدقہ نافلہ ہے" [14]۔

پس اس آیت سے یہ بات عیاں ہوئی کہ خواتین ذاتی اور امتیازی حیثیت کا حامل مال و جائیداد رکھ سکتی ہیں اور اس میں تصرف کا اختیار بھی محفوظ رکھتی ہیں، جس میں کسی کو بھی دخل اندازی کا حق حاصل نہیں، لہٰذا اسی طرح کے معاملات میں عورتوں کے تصرفات تسلیم نہ کرنا صریح غلطی ہے جس کی تصحیح ایک اخلاقی اور شرعی ضرورت ہے۔ احادیث میں بھی عورت کی ملکیت کا ثبوت ملتا ہے، ارشاد نبوی ہے:

" عن جابر بن عبد الله أن النبي صلى الله عليه و سلم دخل على أم مبشر في نخل فقال: من غرس هذا النخل أمسلم أو كافر ؟قالت: بل مسلم قال: ما من مسلم يغرس غرسا أو يزرع زرعا فيأكل منه دابة أو طائر أو إنسان إلا كان له صدقة". [15]

(ترجمہ): جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ام مبشرؓ کے باغ میں داخل ہوئے اور فرمایا کہ کھجور کے درخت کسی مسلمان نے لگائے ہیں یا کافر نے؟ جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مسلمان نے لگائے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان جو بھی کوئی کھیتی یا باغ لگائے اور اس میں سے کوئی انسان، جانور یا کوئی اور مخلوق کچھ کھائے تو وہ ان کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2722018

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس باغ میں داخل ہوئے وہ ام مبشرؓ کی ملکیت میں تھی جو ایک صحابیہ تھی، اور اگر عورت کی ملکیت میں کچھ قباحت ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ملکیت اس کے کسی دوسرے رشتہ دار، شوہر وغیرہ کے حوالے کر دیتے۔

خواتین کی سیاسی حق تلفی:

کیا کوئی خاتون حکومتی معاملات میں مشورہ یا کوئی اور کام انجام دے سکتی ہے یا نہیں تو اس بارے میں قرآن پاک کی ایک آیت جس میں خواتین کے بیعت کا تذکرہ ہے، اصل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ"[16]

(ترجمہ): اے نبی! جب مومن عورتیں آپ کے پاس ان باتوں پر بیعت کرنے کے لیے آئیں کہ نہ تو وہ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک ٹھہرائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ زنا کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ ہی وہ کوئی ایسا بہتان لائیں گی جس کو وہ گھڑیں اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان اور نہ ہی وہ آپ کی نافرمانی کریں گی نیکی کے کسی بھی کام میں، تو آپ ان کی بیعت کو قبول کر لیا کریں اور ان کے لیے اللہ سے بخشش کی دعا کیا کریں۔ بلاشبہ اللہ بڑا ہی درگزر کرنے والا انتہائی مہربان ہے۔

اس آیت مبارکہ میں خواتین کی بیعت کا تذکرہ ہے اور بیعت کا تعلق امور سلطنت سے ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ عورتوں کے سیاسی حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اگرچہ صوفیاء کے نزدیک اپنے مرشد کے ہاتھ پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وعدہ بھی بیعت کہلاتا ہے۔ اسی طرح ہجرت کی بیعت، جہاد کی بیعت، اقامت ارکان دین کی بیعت، کفار کے ساتھ معرکے میں ثابت قدمی پر بیعت وغیرہ اس کی مثالیں ہیں[17]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ، لَقِيَ اللهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً"[18]

(ترجمہ): جس نے نیکی سے اپنے ہاتھ کو روکا تو اسی حالت میں اللہ سے ملے گا جس کے لیے کوئی حجت نہیں ہو گی، اور جو کوئی مرا اور اس کے گردن میں بیعت نہ ہو، وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اس حدیث سے خلیفہ کے ہاتھوں بیعت کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے، جس کا تعلق امارت سے ہے۔ اور جس

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2722018

طرح کہ آیت سے ثابت ہوا، خواتین کے لیے بھی بیعت لازم ہے۔ان دلائل کی روشنی میں یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ عورت انتخابات میں حق رائے دہی استعمال کر سکتی ہے کیونکہ ووٹر بمنزلہ موکل ہے اور موکل کسی شخص کو وکیل بنا سکتا ہے تاکہ وہ اسمبلی میں جاکر اس کی وکالت کر سکے اور وکالت کے سلسلے میں مرد و عورت دونوں موکل بن سکتے ہیں۔اسی طرح عورت رکن پارلیمینٹ و سینٹ بھی بن سکتی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

"وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَه"[19]

(ترجمہ): اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی مدد گار ہیں، سکھلاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں بری بات سے۔

اس آیت میں عورت کے لیے بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بات کی گئی ہے اور ممبر پارلیمینٹ بننے کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کا جاننے والا ہو، اور اسلام میں طلب علم میں مرد و زن کے درمیان کوئی تمیز نہیں ہے۔بلکہ دونوں کے لیے حصول علم ضروری ہے لہٰذا دونوں کو ممبر بننے کا حق حاصل ہے۔البتہ عورت کے ذمے چونکہ امور خانہ داری نبھانا ہوتی ہے، اس وجہ سے عورت کے لیے مناسب بات یہ ہے کہ وہ ان امور کو اولین ترجیح دے اور اپنے بچوں کی تربیت اور شوہر کی خدمت کو اپنا شعار بنائے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب وہ عورتوں کے مہر کی تعین کرنے لگے تو ایک خاتون نے اس پر اعتراض کیا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک چیز عطا کی اور عمر اس کو روکے؟ اس کے جواب میں عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمر نے غلطی کی اور عورت نے درست بات کہی، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے فیصلے سے رجوع کر لیا۔[20] اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کسی معاملے میں اپنی رائے دے سکتی ہے اور تنقید کا حق بھی رکھتی ہے۔الحاصل اسلام نے عورت کو شرعی حدود میں رہ کر ہر قسم کی معاشرتی سرگرمیوں کے لیے اجازت دی ہے۔لہٰذا اس کے جائز امور پر قدغن کسی طور پر درست نہیں۔

بیوی پر تشدد:

اللہ رب العزت نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لیے باعث راحت و سکون بنایا ہے لہٰذا زندگی میں دونوں کی ہم آہنگی ضروری ہے ورنہ غلط فہمی اور عدم اعتماد کی بناء پر دونوں خاندان کے لیے درد سر بن سکتے ہیں۔ارشاد ہے:

"وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ"[21]

(ترجمہ): ان کے نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2722018

سے جوڑے بنائے تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی پیدا کی۔ بے شک اس میں فکر کرنے والی قوم کے لیے نشانیاں ہیں۔

اس آیت میں اللہ جل شانہ نے واضح کیا ہے کہ مرد و عورت ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہیں اور دونوں حقوق انسانی کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اگرچہ بعض صورتوں میں مرد کو "الرجال قوامون علی النساء" کی روشنی میں عورت پر یک گنا برتری حاصل ہے۔ لیکن عام حالات میں دونوں میں تساوی ہے۔ دوسری بات اس آیت میں عورتوں کا باعث سکون ہونا بیان ہوا ہے، کہ مرد اپنے جائز خواہشات کی تکمیل کے لیے اپنی رفیقۂ حیات کی طرف رجوع کرتا ہے اور تسکین حاصل کرتا ہے۔ تیسری بات یہ بیان ہوئی ہے کہ دونوں میاں بیوی کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے لیے باعث محبت بنایا ہے جو خوشی کا باعث بننے کے ساتھ ساتھ رحمت، رواداری اور مصالحت کا سبب بھی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "خیرکم خیرکم لأهله"[22] یعنی تم سب میں سے اچھا وہ شخص ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو۔ اس حدیث میں بیوی کے ساتھ پیار، محبت اور رواداری برتنے کا سبق ملتا ہے۔ ہمارے ہاں اکثر بیویوں کے ساتھ زر خرید غلام کا سلوک کیا جاتا ہے اور ان کو وہ پیار محبت نہیں ملتی جس کے وہ مستحق ہیں۔ شوہر جہالت کی وجہ سے بیوی کی مارپیٹ اور ذہنی اذیت دینے کو اپنی مردانگی اور دینی حق سمجھتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ خاندان کے دوسرے افراد بھی دوسرے گھر سے بیاہی خاتون کو پرائی بیٹی جیسا سلوک کرتے ہیں جو انتہائی قابل مذمت ہے۔ البتہ کہیں پر بیوی سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو شریعت نے اسے راہ راست پر لانے کے لیے ہلکی تادیب کی اجازت دی ہے لیکن پھر بھی ظلم و تشدد اور تادیبی سزا میں مبالغہ آرائی سے منع کیا ہے۔ قرآن میں حکیم ذات نے اس کے لیے طریقہ کار بھی بیان فرمایا ہے:

"وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا"[23]

(ترجمہ): اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں خوف ہو انہیں نصیحت کرو اور ان سے اپنی بستر الگ کرلو اور انہیں مارنے کی سزا دو، پھر اگر وہ تابعداری کریں تو ان پر راستہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ بڑی بلندی والا اور بڑائی والا ہے۔

اس آیت میں شوہر کو بیوی کی کوتاہی اور نافرمانی پر سزا دینے کے مدارج بیان ہوئے ہیں۔ پہلی صورت اس میں وعظ و نصیحت کی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو سیدھے رستے پر لانے کے لیے سب سے پہلے نصیحت کرے گا کیونکہ بعض شریف النفس لوگ محض نصیحت سے ہی اپنی غلطی کا احساس کرکے خود کو سلجھاتے ہیں۔ جب نصیحت

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2722018

کارگر ثابت نہ ہو تو پھر دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بستر سے الگ ہو کر رات گزارا کریں۔ یہ بھی بیوی کو غلطی سے روکنے کے لیے ایک کارگر تدبیر ہے، لیکن اگر بیوی معمول سے کچھ زیادہ ہی سرکش ہو تو پھر معمولی مارنے کی اجازت بھی دی ہے۔ اور اگر بیوی راہ راست پر آجائے تو پھر شوہر کو اسے ستانے کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

بیوی کی آمدورفت پر نامناسب پابندی:

شریعت نے عورت کو پردے کا حکم دیا ہے اور نامحرموں سے غیر ضروری بات کرنے سے منع کیا ہے لیکن عورت کو باہر کی ہواخوری پر پابندی بھی نہیں لگائی کہ خواہ مخواہ چاردیواری کے اندر ہی تمام عمر رہنا ہوگا، بلکہ مناسب بات یہ ہے کہ شرعی اور اخلاقی دائرۂ کار میں رہ کر گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔ اس بارے میں قرآن کا مطالعہ کیا جائے تو اس کی طرف رہنمائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں ملتی ہے، جب موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مصر میں ایک شخص فوت ہوا اور وہ شعیب علیہ السلام کے علاقے مدین کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک مقام پر کنویں کے کنارے دو لڑکیاں ملیں، جس کی تصویر کشی قرآن پاک میں کچھ اس انداز سے ہوئی ہے کہ:

"وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ"[24]

(ترجمہ): اور جب مدین میں پانی کے مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگ جمع ہو رہے ہیں اور اپنے (مویشیوں) کو پانی پلا رہے ہیں اور دیکھا کہ ان کے ایک طرف دو عورتیں اپنے بکریوں کو روکے کھڑی ہیں، موسیٰ نے ان سے فرمایا کہ تمہارا کیا کام ہے؟ وہ بولیں کہ جب تک چرواہے اپنے چوپایوں کو نہ لے جائیں، ہم پانی نہیں پلا سکتے اور ہمارے والد بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔

اس واقعے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی حدود کے اندر عورتوں کو گھر کے باہر کام کرنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح ارشاد ہے:

" لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ"[25]

مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے۔

شرعی احکام میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو احکامات، عبادات اور معاملات سے متعلق ہیں وہ تمام مکلفین یعنی مرد و عورت کے لیے برابر ہیں، جب تک کوئی خصوصیت دونوں میں سے کسی ایک کے لیے کسی حکم کو خاص نہ کردے۔ اسلامی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت نے مردوں کے شانہ بشانہ ایامِ امن

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochirs-v1i2722018

اور حتی کہ جنگوں میں بھی حصہ لیا ہے۔

تعلیم کے حق کو نظر انداز کرنا:

مرد وعورت کی مثال گاڑی کے دو پہیوں جیسی ہے۔لہٰذا دونوں میں توازن رکھنا ضروری ہے۔جس طرح شریعت نے مرد کو حصول علم کا حق دیا ہے ٹھیک اسی طرح عورت کا بھی حق ہے کہ وہ بھی علم حاصل کرے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ:

"قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كانت له أُنثىٰ فلم يئده أولم يؤثر ولده عليها، قال: يعني الذكور، أدخله الله الجنة".[26]

(ترجمہ): یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی لڑکیاں (بہن،بیٹی) ہوں اور وہ اس کو زندہ در گور نہ کرے اور بیٹے کو اس پر فوقیت بھی نہ دے،راوی کہتے ہیں یعنی(مذکر کو مؤنث پر ترجیح نہ دے)،تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کر دے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لڑکیاں چاہے بہن کی صورت میں ہوں یا بیٹی کی صورت میں، یا دیگر عزیز و اقارب کی صورت میں،لڑکوں کو ان پر فوقیت دینا ناانصافی ہے۔اسی طرح سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث ہے کہ کسی شخص کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی طرح تربیت کرے تو وہ(ان بیٹیوں کی تربیت کی وجہ سے)جنت میں داخل ہو گا۔[27]

بیوی کے حقوق میں کوتاہی:

ازدواجی بندھن کے سبب شوہر پر بیوی کا نان نفقہ واجب ہو جاتا ہے جس میں فقہائے کرام نے کھانا،لباس اور رہائش شامل کیا ہے۔البتہ زمانہ،عرف،خاندانی روایات اور معاشی حالت کے فرق کے مطابق نفقہ میں شامل ذمہ داریوں کی کیفیت و مقدار میں فرق ضرور ممکن ہے،جب کہ علاج و معالجہ کو بھی بعض فقہائے کرام نے مذکورہ فرق کے لحاظ سے نفقہ میں شامل کیا ہے کہ چونکہ نفقہ کی کیفیت بدل سکتی ہے لہٰذا اس میں شامل ذمہ داریوں کو بڑھانے کی بھی گنجائش ہے۔عرف کی بناء پر علاج و معالجہ کے اخراجات شوہر کی ذمہ داری ہے البتہ کیفیت علاج میں اس کی معاشی حالات کا اعتبار بھی کیا جائے گا۔لہٰذا شوہر پر لازم ہے کہ اپنی مالی وسعت اور ضرورتِ علاج کا موازنہ کر کے عورت کا علاج کرائے۔علامہ ابن عابدینؒ نے لکھا ہے کہ:

"العرف له في الشرع اعتبار لذا عليه الحكم قد يدار"[28]

شریعت میں عرف کو اعتبار دیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس پر حکم کا مدار رہتا ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2722018

ڈاکٹر وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں:

"علاج کرانا پچھلے زمانے میں بنیادی ضرورت نہیں تھی، انسان بسا اوقات علاج کا محتاج نہیں ہوتا تھا کیونکہ تحفظ اور صحت کے اصولوں کا خیال رکھا جاتا تھا۔ پس فقہاء کا اجتہاد ان کے زمانے میں قائم عرف پر مبنی ہے جب کہ اب تو میں علاج کی ضرورت کو کھانے اور غذا کی ضرورت کی طرح پاتا ہوں، اس لیے میں دوائی کا خرچ شوہر پر اس طرح واجب سمجھتا ہوں جس طرح دیگر ضروری اخراجات ہیں اور جس طرح والد پر بیٹے کے دوائی کا خرچہ بالا جماع واجب ہے۔"[29]

اگر کوئی شخص اپنی حاملہ عورت کو طلاق دے تو وضع حمل تک نان نفقہ وغیرہ کی ذمہ داری شوہر پر عائد ہوگی۔

آج کل بعض حضرات اپنے والدین اور دوسرے رشتہ داروں پر تو مال بہت خرچ کر دیتے ہیں لیکن بیوی کے نان نفقے کا خیال نہیں رکھتے حالانکہ بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے جبکہ دیگر رشتہ داروں پر مال خرچ کرنا استحباب کے درجے میں ہے۔ ایسا کرنا نہ صرف اپنی بیوی کی حق تلفی ہے بلکہ ساتھ ساتھ ایک معاشرتی اور اخلاقی جرم بھی ہے۔

سن بلوغت سے قبل لڑکی کی شادی کرانا:

شادی انسان کی ایک معاشرتی ضرورت ہے لیکن اسلام نے اس کے لیے قطعی طور پر عمر کا تعین نہیں کیا ہے، البتہ اس بارے میں کچھ اشارات ملتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ"[30] یعنی یتیموں کی حالت پر نظر رکھ کر انہیں آزماتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائے۔ علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہاں پر نکاح سے مراد بلوغت[31]۔ جب تک عورت بلوغت تک نہ پہنچ پائے، اس کی رخصتی طبی طور پر نقصانات کا باعث بن سکتی ہے کیونکہ وہ جسمانی طور پر پختہ نہیں ہوئی ہوتی۔ اس وجہ سے اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ بلوغت سے قبل لڑکیوں کی شادی نہ ہو۔

نکاح کے معاملے میں لڑکی کی رائے کو نظر انداز کرنا:

نکاح کے معاملے میں شریعت نے بالغ افراد کو اپنی پسند کے مطابق جیون ساتھی چننے کا حق دیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

"عن أبي هريرة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تنكح الثيب حتى تستأمرو لا تنكح البكرحتى تستأذن وإذنها الصمت"[32]

(ترجمہ): ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بغیر مشورہ کے بیوہ کی شادی نہ کرائی جائے اور نہ ہی بغیر اجازت کے باکرہ لڑکی کی شادی کرائی جائے

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2722018

اور اس کی اجازت خاموشی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر باکرہ لڑکی شرم کے مارے ایجاب وقبول نہ کر سکتی ہو اور تردید بھی نہ کرتی ہو تو یہ اس کی رضامندی کی علامت ہے۔اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح میں عورت کی رضامندی بنیادی شرط ہے اور بغیر اجازت کے اس کا نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ یہ بھی ایک معاشرتی ناسور ہے کہ بسا اوقات والدین بالغ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت و مرضی کے خلاف کروادیتے ہیں اور اس کی رائے یا پسند کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی جاتی۔ایسے میں اگر لڑکی راضی نہ ہو اور رضامندی کے کوئی قرائن بھی نہ ہو تو اس کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا جو کہ پھر ایک الگ مسئلہ بن جاتا ہے۔اسی طرح بعض اوقات لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے اور والدین کے دباؤ میں آکر بادل ناخواستہ اقرار بھی کر دیتے ہیں لیکن جب آگے جاکر ان کی آپس میں بن نہیں پاتی تو لڑائی جھگڑوں پر رشتہ ختم ہو کر دونوں خاندانوں کے لیے قطع تعلق کا سبب بنتا ہے۔لہٰذا والدین پر لازم ہے کہ اپنی بیٹی کے دل کا لحاظ بھی رکھ لیا کریں اور رشتہ اس کی مرضی سے ہو۔

نتائج بحث:

اسلامی معاشرے کی تشکیل و ترقی میں خواتین کے کردار سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔اسلام نے خواتین کو معاشرے میں ان کا جائز مقام دیا اور ان کو وہ بنیادی و ثانوی حقوق دے دیے ہیں جن کا گزشتہ زمانے میں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔شریعت اسلامی نے عورت کو وراثت،ذاتی جائیداد، حق رائے دہی،نکاح میں اختیار،ضرورت کے تحت گھر سے باہر آمدورفت اور ملازمت وروزگار کے حقوق سے نوازا ہے، لیکن بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں رفتہ رفتہ جاہلیت کی تاریخ ایک مرتبہ پھر دہرائی جارہی ہے اور خواتین کو ان کے جائز حقوق سے ایک مرتبہ پھر محروم کیا جارہا ہے۔ان کو حق میراث سے محروم کیا جارہاہے،ان کی جائز آمدورفت پر بھی بلاجواز پابندیاں ہیں، نکاح میں ان کی رائے کو ترجیح نہیں دی جاتی اور گھریلو تشدد ان کا مقدر بنی ہوئی ہے۔ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے میں اسلامی تعلیمات کی حقیقی روح کو رائج کیا جائے تاکہ خواتین اسلام کے صحیح تعلیمات کے ثمرات سے بہرور ہو سکے اور معاشرے میں ان کا جائز مقام انہیں مل سکے۔

حواشی وحوالہ جات

---

1. الحجرات: 13
2. البقرة: 187
3. سورة الروم: 21

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochjrs-v1i2722018

4. ابن ماجه، محمد بن يزيد ، سنن ابن ماجه، دارالفكر بيروت، ج2/ص1207، رقم: 3658۔
5. أبو داود، سليمان بن الأشعث السجستاني، سنن أبي داود، دار الكتاب العربي بيروت، ج1/ص95، رقم236
6. إبراهيم مصطفى، أحمد الزيات، حامد عبد القادر، محمدالنجار، المعجم الوسيط، دارالدعوة، تحت مادة "شق"
7. ابن حبان، محمد بن حبان بن أحمد أبو حاتم التميمي البستي، صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان،مؤسسة الرسالة، بيروت، 1414/1993، ج 1/ص216، رقم الحديث: 33
8. الشيباني، أحمد بن عمرو بن الضحاك أبو بكر ,الآحاد والمثاني، دار الراية، الرياض، 1411/1991، ج3/ ص236
9. الإمام البخارى، محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، الجامع الصحيح المختصر(صحيح البخاري)، دار ابن كثير، بيروت، طبع1149/1987، ج3/ص1407، رقم2982
10. سورة النساء:7
11. عثمانی، شبیر أحمد، تفسیرعثمانی، دارالإشاعت کراچی، 2007، ج1/ص371
12. الأحزاب: 33
13. أيضا: 35
14. رحمانی، خالد سیف اللہ، قاموس الفقہ، مادہ "صدقہ" طبع2007، زمزم پبلشرز کراچی، ج 4/ص223)
15. الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم، المعجم الكبير مكتبة العلوم والحكم الموصل، 1983، ج25/ص100، رقم260
16. سورة الممتحنة: 12
17. موسوعة الفقهية الكويتية، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، الكويت، ماده: بيعة، دارالسلاسل، الكويت۔ 1427ھ
18. صحيح مسلم، ج3/ص1478، رقم 1851
19. سورة التوبة:71
20. الصنعانی، أبوبکر عبدالرزاق بن همام، مصنف عبدالرزاق، المكتب الاسلامی بیروت،1403 ج6/ص180
21. سورة الروم:21
22. الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب أبو القاسم، المعجم الكبير، مكتبة العلوم والحكم، الموصل،1404 /1983، ج19/ص363، رقم853
23. النساء:34
24. سورة القصص:23
25. سورة النساء:32

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 1 | Issue 2 |Jan-June 2018
DOI: 10.33195/uochirs-v1i2722018

[26] ـ أبوداؤد: 337/4، رقم: 5146

[27] ـ ابن ماجة، محمد بن يزيد أبو عبدالله القزويني، سنن ابن ماجه، تحقيق : محمد فؤاد عبد الباقي الناشر: دار الفكر، بيروت، ج2/ص1210، رقم:3670

[28] . ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب فی السفر بالزوجة،۴ /۲۹۵۱، مکتبہ امدادیہ، ملتان

[29] . الفقه الإسلامی وأدلته، ۱۰/۷۳۸۱، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ

[30] . النساء:4

[31] . ابن كثير، عمادالدين اسماعيل، تفسير ابن کثِر، شمع بک ایجنسی لاہور، ج1/ص516،

[32] . دارقطنی، علي بن عمر أبو الحسن البغدادی، سنن الدارقطنی، دار المعرفة، بيروت، 1386/1966، ج3/ص238

@ 2017 by the author, Licensee University of Chitral, Journal of Religious Studies. This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/).